لیفٹننٹ کرنل ریٹائرڈ محمد اعظم

بد صورت امریکن

THE UGLY AMERICAN

یہ اس کتاب کا نام ہے جو سن 1959ء میں دو امریکیوں[1] نے لکھی اور امریکہ میں ہی طبع ہو کر تقریباً دو سال تک ملک کی سب سے زیادہ بکنے والی کتابوں میں سر فہرست رہی۔ یہ کتاب اس سوال سے متعلق تھی کہ امریکن لاتعداد ممالک کو اقتصادی مالی اور فوجی امداد دینے کے باوجود دنیا بھر میں ناپسندیدہ کیوں سمجھے جاتے ہیں۔ جن دنوں امریکہ میں اس کتاب کا شہرہ تھا میں وہیں پر تھا اور ایک فوجی ادارے میں زیر تربیت تھا جسکا کمانڈنٹ ایک ایسا افسر تھا جو فلپائن میں امریکن فوجوں کے جاپانیوں کے سامنے ہتھیار ڈالتے وقت لیفٹننٹ کے عہدے پر تعینات تھا۔ مگر اس نے ہتھیار ڈالنے کی بجائے بھاگ کر لوزان کے خونخوار پہاڑی قبائل میں پناہ ڈھونڈنے کو ترجیح دی۔ اور ڈگلس میکارتھر کی فوجوں کے دوبارہ فلپائن پر قبضہ کرنے تک ایک مشہور قبیلے کے جنگجوؤں کو منظم کر کے اپنے طور پر جاپانیوں سے لڑتا رہا۔ چونکہ کرنل ڈانلڈ بلیک برن اکیلا کئی سال تک قبائل کے درمیان رہا تھا اور اسنے تجربے سے وہ کچھ حاصل کیا جو کسی اور ذریعے سے حاصل کرنا ممکن نہ تھا۔ اس لئے اسکی باتیں اس موضوع پر اپنے اندر علم و تجربے کا وہ بے بہا ذخیرہ لئے ہوتی تھیں کہ سن سن کر جی نہیں بھرتا تھا۔ کورس کے دوران ایک مضمون جو کرنل بلیک برن خصوصی طور پر خود لیا کرتا تھا اسکا عنوان Adjustment to Foreign Enviornments یا دوسرے لفظوں میں "اجنبی ماحول میں اپنے آپ کو ڈھالنا" ہوتا تھا۔

چونکہ مذکورہ کتاب میں کئی واقعات کا علم کرنل بلیک برن کو ذاتی طور پر تھا اس لئے اپنے ہم وطنوں کا تجزیہ کرنے کی وہ بہتر پوزیشن میں تھے اور وہ اس موضوع پر کھل کر بولتے تھے۔ ان کی زبانی اس وقت جو میں نے سنا اسکا لب لباب مختصر الفاظ میں کچھ یوں سمجھ لیجئے کہ

---

(1) Eugene Burdick and Welliam J. ledrer

"ہم امریکن اوچھے نودولتیے لوگ ہیں دوسری قوموں کی طرح ہماری کوئی تاریخ کوئی روایات نہیں۔ جو گہری جڑیں رکھتی ہوں۔ ہم اپنے آپ کو دنیا کے سب سے اچھا کھانے پینے والے اور خوش خوراک لوگ سمجھتے ہیں۔ اور باہر جہاں کہیں جاتے ہیں۔ یہ بات ہر کسی کو جتلاتے ہیں اور اپنے میزبانوں کو کمتر مخلوق سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ ہم امریکن باوجود تمام ترقی کے ایک جاہل قوم ہیں۔ ہمارے ایک عام شہری کی معلومات بہت کم ہیں۔ جبکہ دنیا کے کسی غریب ملک کا معمولی مزدور بھی ایک عام امریکن شہری سے زیادہ باخبر ہوتا ہے چونکہ ہماری کمٹ منٹس گلوبل ہیں۔ اس لئے باہر اپنے بہترین نمائندے نہ بھیج سکنے کی ہماری ایک بہت بڑی مجبوری ہے۔ اچھا امریکن چونکہ ملک کے اندر ہی اتنے ڈالر کما لیتا ہے۔ کہ اسے باہر جانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اس لئے کمتر استعداد کے لوگ ہی باہر جاتے ہیں جو ظاہر ہے بہترین امریکن نہیں ہوتے اور وہ ہمارے لئے مسائل پیدا کرنے کا باعث بنتے ہیں۔ ہمارے کمیشنوں کے ساتھ جو لوگ باہر کے ملکوں کو بھیجے جاتے ہیں وہ اپنے آپ کو وہاں کا حاکم سمجھ بیٹھتے ہیں اور اس طرح میزبان ملکوں کے ساتھ بدمزگی اور بدسلوکی کا باعث بنتے ہیں۔ جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہم اپنے اچھے بھلے دوستوں کو دشمن بنا لیتے ہیں۔ اور اگر حکومت نہیں تو عام شہری کو اپنا دشمن بنانے کے لئے ہم خود ایک سازگار فضا مہیا کر دیتے ہیں۔ اور دنیا کے دوسرے ممالک اور انکی ایجنسیاں اس تاک میں رہتی ہیں کہ امریکنوں کی غلطیوں کو کیسے اچھالا جائے اور انہیں انکے دوستوں کی نظر میں کیسے گرایا جائے۔"

آج چالیس سال سے زائد عرصہ گذر جانے کے باوجود امریکنوں کی بنیادی نفسیات بہت کم تبدیل ہو پائی ہیں۔ جب تک یہ دنیا دو بلاکوں میں منقسم رہی۔ امریکی حکومت دوست ملکوں کے حوالے سے کبھی کبھی کسی نرم گوشے کا مظاہرہ کر دیتی تھی۔ گو اس میں بھی ڈنڈی مارنے کا عنصر نمایاں رہتا تھا۔ مگر ہمارے حوالے سے کشمیر کا مسئلہ اور 65ء اور 71ء کی جنگیں سرفہرست ہیں۔ حالانکہ اس وقت ہم امریکہ کے اتحادی تھے اور دفاعی معاہدوں میں ان سے منسلک تھے۔ کشمیر کے مسئلے کا حل نہ ہونا۔ 65ء کی جنگ میں ہمارے تمام فوجی اور اقتصادی ذرائع کی بندش اور سن 71ء میں درپردہ تقسیم ملک کے منصوبے سے اتفاق رائے اور اسی سال روس بھارت دفاعی معاہدے پر

خاموشی وہ چڑ کے ہیں جنہوں نے ایک عام پاکستانی کو امریکیوں سے زیادہ متنفر کیا ہے۔ سیاسی حکومتیں یا سرکار کی ہیئت حاکمہ میں امریکیوں کے چہیتے اور گنے چنے چند دوسرے افراد کی ایک بہت چھوٹی سی اقلیت موجود ہے۔ جو اپنے آپ میں یہ جرأت نہیں پاتی کہ کھل کر اپنے محسنوں کے بارے میں بات کر سکے لیکن عمومی طور پر اس ملک کے باشعور شہری امریکیوں کی حکومت کو ان کی خود غرضانہ پالیسیوں کی وجہ سے ناپسند کرتے ہیں۔ اور اس کی مسلم کش پالیسیوں کے باعث اسے اچھی نظر سے نہیں دیکھتے۔

امریکی صدر کا حالیہ دورہ بر صغیر اور اسکے مضمرات کا اگر بنظر غائر جائزہ لیا جائے تو ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ اپنی قوم کے بارے میں کرنل بلیک برن کے تجزیئے سے بہتر کوئی اور تجزیہ ممکن نہ تھا اپنے ۵۰ سال پرانے دوست کیساتھ جس رویے کا مظاہرہ صدر بل کلنٹن نے کیا اس سے زیادہ اہانت آمیز رویہ اختیار نہ کیا جاسکتا تھا۔ مانا کہ بین الاقوامی معاملات میں اہمیت اپنے قومی مفاد کو دی جاتی ہے اور دوسرے مسائل ثانوی حیثیت اختیار کر جاتے ہیں۔ مگر بین الاقوامی رکھ رکھاؤ۔ عالمی ضابطہ اخلاق' سفارتی آداب اور سفارتکاری کی اقدار کی یوں تضحیک نہیں کی جاتی۔ صدر کلنٹن کے دورے کی تاریخ مقرر ہونے سے پہلے ہی دنیا کو یہ تاثر دینا کہ صدر امریکہ نے پاکستان جانے کا ابھی تک فیصلہ نہیں کیا۔ مہمان کے گھر جانے سے پہلے اسکی توہین کرنے کے مترادف ہے۔ حضور اگر آپکو آنا ہے تو بسر و چشم آئیں ایک معزز مہمان کی طرح چشم ما روشن دل ماشاد۔ لیکن اگر آنے میں کوئی دقت در پیش ہے تو بے شک نہ آئیں۔ ہمیں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ آپ سے پہلے آپکے ایک پیش رو جمی کارٹر صرف بھارت کا دورہ کر کے لوٹ گئے تھے۔ جس سے ہماری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ اس بار بھی اگر آپ نہ آتے تو ہمیں کوئی فرق نہیں پڑنا تھا۔ آپکے آنے سے ہماری ٹوپیوں پر کوئی سرخاب کا پر نہیں لگ جانا تھا۔

میں تاریخ کا طالب علم رہا ہوں۔ اور دنیا کے ملکوں کی عسکری تاریخ میں بھی دلچسپی رکھتا ہوں۔ اپنے مطالعے کے حوالے سے میں امریکن سول وار میں گیٹس برگ اور چانسلر وِل کی لڑائیوں کو موت کے ڈر سے بے پرواہ ہو کر لڑنے والوں کی جنگ سمجھتا ہوں۔ دوسری جنگ عظیم

کے دوران بحر الکاہل یورپ اور دوسرے محاذوں پر لڑنے والے امریکن فوجی جرأت سے لڑے۔ اور انکی شجاعت کے کارناموں کی داد نہ دینا زیادتی ہوگی۔ مگر انکی اگلی نسل کا صدر صرف چھ گھنٹے کے قیام کے لئے گرتی ہوئی صحت کے ایک غریب الوطن مجاہد کے ڈر سے اپنی حفاظت کے لئے جو حفاظتی اقدام کر کے پاکستان آیا حیرت زدہ کر دیتے ہیں۔ اقدامات ملاحظہ ہوں :-

...... صدر امریکہ کی آمد کو پوشیدہ رکھنے کیلئے بغیر شناخت متعدد ہم رنگ ہوائی جہاز استعمال کئے گئے۔

...... امریکہ سے لائی ہوئی متعدد میزائل اور راکٹ پروف متماثل کاریں جنہیں امریکن ڈرائیور چلا رہے تھے ایوان صدر تک صرف چند میل کے سفر کے لئے استعمال کی گئیں۔

...... ائرپورٹ سے ایوان صدر تک سڑک کے دونوں طرف ٹریفک بند تھی اور دونوں نزدیکی کناروں پر امریکن کمانڈوز تعینات تھے اور اسکے پیچھے درمیانی حفاظتی پٹی پر پاک فوج کے دستے اور اسکے باہر پولیس کے جوان ڈیوٹی پر تھے۔

...... دہشت گردوں کو دھوکہ دینے اور شک میں رکھنے کے لئے بائیں کی بجائے سڑک کی دائیں ہاتھ کی لین کا استعمال کیا گیا۔

...... ایوان صدر میں موٹروں کا قافلہ مقررہ دروازے کی بجائے کسی اور دروازے سے داخل ہوا۔ جب کہ میزبان صدر کہیں اور کھڑا مہمان کا انتظار کر رہا تھا۔

...... موت کا اتنا ڈر اور اسامہ بن لادن کی دہشت نا قابل فہم ہو جاتی ہے۔ جب امریکن سیٹلائٹ فضا سے چپہ چپہ کی نگرانی کر رہے تھے۔ اور پل پل کی خبریں دے رہے تھے۔

اس سطح پر موت کا اتنا خوف میری سمجھ سے باہر ہے اور وہ بھی اک ایسے بے سروساماں شخص کے ڈر سے جسکے پاس سوائے جذبہ ایمانی کے اور کوئی مافوق الفطرت طاقت نہیں۔ زندگی بیشک بڑی عزیز متاع ہے۔ لیکن موت کے خوف سے بالاتر ہو کر مردوں کیطرح زندہ رہنا اس سے بھی بڑا افتخار ہے شیکسپئر اپنے شہرہ آفاق ڈرامے جولیس سیزر میں کہتے ہیں کہ بزدل موت سے پہلے بار بار مرتے رہتے ہیں۔ لیکن بہادر موت کا مزا صرف ایک بار چکھتے ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ سکیورٹی کے یہ

شرمناک انتظامات صدر کی ذاتی خواہش پر کیئے گئے یا یہ سی آئی اے اور دوسری ایجنسیوں کا شاخسانہ تھا۔ لیکن ہمارے ہاں دارالحکومت کے دونوں جڑواں شہروں میں زندگی تقریباً دو روز تک معطل رہی اور چہار اطراف سے اسلام آباد آنیوالوں کو واپس لوٹایا جاتا رہا۔

حقائق سے چشم پوشی ایک عالمی طاقت کے سربراہ کو جو بزعم خود انسانی بنیادی حقوق کا چیمپئن۔ عالمی جمہوریت کا محافظ۔ حق وانصاف کی حامی قوتوں کا علمبردار اور اقوام متحدہ کے چارٹر کا ٹھیکہ دار بنا بیٹھا ہو۔ زیب نہیں دیتی۔ اس چارٹر کے مطابق اپنی آزادی کی جنگ لڑنے والے کشمیری مجاہدین کو دہشت گرد قرار دے کر صدر امریکہ نہ صرف دانش ورانہ بد دیانتی کا مرتکب ہوا ہے' بلکہ اس نے اخلاقی اقدار کی بے حرمتی بھی کی ہے۔ پاکستانی عوام کو مخاطب کرنے سے پہلے کاش صدر امریکہ امریکہ جہاد اور دہشت گردی کا فرق معلوم کر لیتے۔ سوا کروڑ کشمیری دس سال سے ظلم کی ایک ایسی چکی میں بھارتی افواج کے ہاتھوں پس رہے ہیں جو اپنے پانچ روزہ دورہ بھارت کے دوران نہ صدر امریکہ کو نظر آسکی اور نہ ہی ان کے بنیادی انسانی حقوق کی پامالی کو وہ محسوس کر سکے۔ حالانکہ 35 کشمیری سکھوں کے قتل کا واقعہ انکی بھارت میں موجودگی کے دوران ہوا۔ امریکی صدر کا بھارت کی طرف جھکاؤ پاکستانی عوام نے ان کے دورہ بھارت کے اختتام پر شدت سے محسوس کیا ہے۔ اور وہ اس رویے کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

کرنل بلیک برن کی بیان کی ہوئی امریکنوں کی تمام کمزوریاں ایک طرف لیکن سپر پاور ہوتے ہوئے بزدلی کی اس حد تک جانا مجھے کچھ عجیب سا لگتا ہے۔ اگر اس سارے تماشے کا مقصد اقتصادی طور پر بدحال پاکستان کو جواب مسلم دنیا کی واحد ایٹمی قوت ہونے کا دعوے دار ہے۔ صرف اسکی حیثیت کا احساس دلانا مقصود تھا تو امریکن بین الاقوامی سطح پر ہماری توہین کرنے میں یقیناً کامیاب رہے ہیں۔ اور یہ ہماری سفارتی ناکامی کا منہ بولتا ثبوت اور ہماری وزارت خارجہ کے چہرے پر لگی کالی سیاہی کے بدنما داغ سے کسی طرح کم نہیں جب کہ آپ کا مہمان آپ کے گھر آکر آپ کو دھمکیاں بھی دے جائے۔ اور نصیحتوں کے کوڑ میں لپیٹ کر جوتے بھی مار جائے۔

تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

٭٭٭